Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 1 (January-March) 2025
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
March 30, 2025

Dialogue Style of Urdu Ghazal in Classical Era

کلاسیکی عہد میں اُردو غزل کا مکالماتی اسلوب

Zafar Mahmood Ahmad
Ph.D Scholar, Department of Urdu, The Imperial College of Business Studies, Lahore

Dr. Kanwar Zafar Iqbal
Assistant Professor, Department of Urdu, The Imperial College of Business Studies, Lahore
Email: dr.kanwar@imperial.edu.pk

Abstract:
In classical Urdu ghazal, the dialogue style has proved to be an effective means of expressing oneself in a very subtle and artistic way. This style not only gives language to human emotions but also connects the reader with the poet's emotional distress and heart condition. Words from the depths of the heart in a conversational style make classical poetry very attractive and meaningful. In it, the artistic use of vocabulary, the delicacy of language and the philosophical aspect of poetry provide such a comprehensive creation in which human feelings and intellectual depth are reflected together. Urdu ghazal got a unique identity thanks to dialogue style in poetry, where the poet expressed his emotions and inner states by talking to inanimate objects and natural elements. The way the poets of the classical era used their creativity and artistic flair in this style, it has become a living part of Urdu literature.

Key words: Dialogue Style, Human Emotion, Classical Poetry, Vocabulary, Human Feelings, Intellectual Depth, Natural Elements, Classical Era, Artistic Flair

اُردو زبان اپنی فطری لطافت اور تغیر پذیری کے باعث ایک زندہ اور متحرک زبان ہے جس کی بقا میں اس کی لسانی موافقت اور تحرک بنیادی کردار ادا کرتے ہیں۔ زبان کی یہ داخلی لچک اسے زمانے کی بدلتی ہوئی ضروریات اور تہذیبی میلانات کے مطابق خود کو ڈھالنے کی صلاحیت عطا کرتی ہے۔ اردو میں نئے الفاظ اور تراکیب کا شامل ہونا گویا اس کی وسعت پذیر طبیعت اور ارتقاء کی نشانی ہے۔ قرآنی عربی کے تاثرات، فارسی کی شیریں خوشبو اور ہندی کی فصاحت نے اردو کے لسانی وجود میں ایک دلکش رنگا رنگی پیدا کی ہے، جو کہ اسے ایک آفاقی مزاج عطا کرتی ہے ۔ اردو کی بقا اور اس کا فروغ ان لوگوں کا مرہون منت ہے جنھوں نے اپنے عہد کے مخصوص حالات اور فکری تقاضوں کے تحت اس میں نئے الفاظ، اسالیب اور لہجے شامل کیے۔ یوں زبان میں اضافی قدر و معانی کا انسلاک ہوا جس نے اس کے

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 1 (January-March) 2025
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
March 30, 2025

پیرائے اور اظہار میں وسعت و گہرائی پیدا کی۔ اردو زبان کی وسعت پذیری اور تغیر پذیری اس کی اساسی خصوصیات ہیں جو نہ صرف اسے زندہ و تابندہ رکھتی ہیں بلکہ اسے ادب و فکر کی عالمگیر زبان کے طور پر متعارف کراتی ہیں۔

کلاسیکی اردو غزل کی ہیئت میں مکالمہ نگاری کا فن اپنی لطیف ترین شکل میں نمودار ہوا ہے، جس میں شاعر کے ذاتی اور باطنی تجربات نہایت عمدگی سے منظوم کیے گئے ہیں۔ اردو غزل میں مکالمے کا انداز شعراء کے لیے اظہارِ ذات کا ایک منفرد پیرایہ ثابت ہوا، جس نے نہ صرف انسانی جذبات و احساسات کو شاعرانہ جمال بخشا بلکہ ایک دلنشین تخیلی مکالمہ تشکیل دیا۔ مکالمہ نگاری کے اس فن میں شاعری کو ایک داخلی گفتگو کا انداز بخشا گیا جس کے ذریعے شاعر اپنے دل کی کیفیات، زمانے کے تجربات، اور اجتماعی شعور کی پیچیدگیوں کو بیان کرتا ہے۔ کلاسیکی دور میں مختلف شعراء نے غزل کی روایت کو مکالماتی انداز سے آراستہ کیا۔ اس دور کی شاعری میں کرب و غم اور شکستگی کا ایسا دریا ہے جس میں ہر شعر گویا دل کی گہرائیوں سے نکلی ہوئی ایک پکار ہے۔ وہ غم، جدائی اور تنہائی کے تجربات کو محاورے کی سادگی اور مکالمے کے لطف سے آراستہ کر کے ایک خاص تاثر پیدا کرتے ہیں جو اردو غزل کی اساس بن چکی ہے۔ ان کا مکالماتی انداز ایک منفرد فلسفیانہ طرز پر مبنی ہے جہاں وہ اپنے وجود کی پیچیدگیوں کو نہایت باریک بینی سے کھولتے ہیں اور انسانی نفسیات کے نہاں خانوں میں جھانک کر حقیقتوں کو آشکار کرتے ہیں۔ مکالمہ نگاری کا یہ انداز اردو غزل کو ایک ایسی زرخیز زمین فراہم کرتا ہے جہاں انسانی جذبات و خیالات بے جان اشیاء اور کائنات کی وسعتوں سے مکالمہ کرتے نظر آتے ہیں۔

کلاسیکی اردو غزل میں مکالماتی انداز نے دل کی کیفیتِ قلبی کو ایسے برتا کہ ہر شعر گویا روح کی آواز اور دل کی فریاد بن گیا۔ میر تقی میر نے اپنی حساسیت اور شکستہ دل کی کیفیات کو کمال ہنر سے بیان کیا، جس نے غم واندوہ کو شاعری میں ایک عظیم فن بنا دیا۔ ان کے اشعار میں مکالمہ گویا ایک داخلی گفتگو کی صورت اختیار کر لیتا ہے، جہاں دل اپنے آپ سے ہمکلام ہوتا ہے۔ مرزا رفیع سودا نے بھی اس مکالماتی پیرائے کو اپنی طنز و مزاح میں کچھ اس خوبی سے سمویا کہ اشعار میں گہرائی کے ساتھ دلچسپی کا عنصر نمایاں ہوا۔ بہادر شاہ ظفر کی غزلوں میں دل کی تنہائی اور مایوسی کو ایک سوز سے بیان کیا گیا ہے، جو اس مکالماتی رنگ کو مزید پر اثر بنا دیتا ہے۔ مومن خان مومن کی شاعری میں عشق کی پیچیدگیوں اور دل کی شکستگی کو ایک بلند تخیلاتی انداز ملا، جس نے اردو غزل میں ایک نئی تازگی پیدا کی۔ ان شعراء کی بدولت اردو غزل میں نہ صرف قلبی کیفیات کو کلامی پیرائے میں ڈھالا گیا بلکہ اس میں ایسا رنگ و آہنگ پیدا ہوا جس نے لوگوں کے دلوں میں غزل کے لیے شوق و دلچسپی کو بڑھا دیا۔ میر نے دل اور دلی پر گزرنے والے واردات کا مکالماتی ہزار اس طرح سے کیا ہے۔

میں جو بولا کہا کہ یہ آواز

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 1 (January-March) 2025
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
March 30, 2025

اسی خانہ خراب کی سی ہے(۱)

کبھو دل کی نہ کہنے پائے اس سے

جہاں بولے، لگا کہنے کہ بس بس(۲)

سودا بھی دلی کیفیات سے بھی ہم کلام ہوئے ہیں انہوں نے اپنے دل اور انسوں کو کردار بنا کر ان سے کلام کیا۔ اپنے دلی جذبات اور احساسات کا

اظہار مکالمے کے ذریعے مختلف انداز میں کیا ہے۔

جی میرا مجھ سے یہ کہتا ہے کہ ٹل جاؤں گا

ہاتھ سے دل کے تیرے اب میں نکل جاؤں گا

لطف اشک جو شمع گھلا جاتا ہوں

رحم شرر بار! کہ جل جاؤں گا(۳)

مومن اپنی بول چال میں اپنے دل کی گزرنے والی کیفیتوں کے دل کی ترجمانی کرتے ہیں ان کے لہجے میں بے چارگی کی کیفیت کا احساس موجود ہے۔

جب کہا دل پھیر دو بولے کہ دل پہلو میں ہے

میں نے ان کی ضد سے سینہ کاٹ کر دکھلا دیا(۴)

اس ضمن میں درد کا انداز دیکھیے۔

اے دل مجھے لیے کدھر ایا تو

اخری سنگ دل کے گھر ایا تو

کہتے ہیں تجھے تو ناتواں بھی سارے

ہے خانہ خراب پھر ادھر ایا تو(۵)

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 1 (January-March) 2025
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
March 30, 2025

اردو غزل میں مکالماتی اسلوب ایک خاص تخلیقی جہت کی نمائندگی کرتا ہے، جس میں شاعر بے جان اشیاء، قدرتی عناصر یا مجازی کرداروں کے ساتھ خیالی گفتگو کا ایک دلکش ماحول تخلیق کرتا ہے۔ یہ مکالمے، بالخصوص گل و گلستان جیسے عناصر کے ساتھ، اردو غزل کی جمالیات اور اس کے رومانوی مزاج کو اجاگر کرتے ہیں۔ شاعر کے لیے پھول، باغ، شجر، اور ہوا جیسے عناصر صرف قدرت کے مظاہر نہیں ہوتے بلکہ وہ ان میں زندگی، جذبات اور معانی بھر دیتا ہے۔ یہ اشیاء شاعر کے احساسات، جذبات اور فلسفیانہ سوچ کو ظاہر کرنے کا ذریعہ بن جاتی ہیں۔ جب شاعر کسی پھول سے مکالمہ کرتا ہے تو وہ اس کے رنگ، خوشبو اور نزاکت میں زندگی کی بے ثباتی اور محبت کی نزاکت کو دیکھتا ہے۔ وہ اس سے اپنے درد و غم کی باتیں کرتا ہے اور محبت میں ناکامی یا ہجر کے کرب کو ان مظاہر قدرت کے ساتھ شیئر کرتا ہے۔ یہ مکالمہ اس حد تک حقیقت سے قریب ہوتا ہے کہ قاری کو محسوس ہوتا ہے کہ پھول واقعی شاعر سے مخاطب ہے اور اس کے درد کو سمجھتا ہے۔ اسی طرح، باغ یا گلستان سے گفتگو میں شاعر کا دل عشق کی یادوں سے لبریز ہوتا ہے، جہاں ہر شاخ و برگ اسے محبوب کے حسن کی یاد دلاتا ہے اور ہر پھول کی مہک اسے محبوب کے لمس کا احساس دلاتی ہے۔

اردو غزل میں گل و گلستان سے یہ مکالمے فقط شاعرانہ تخیل کا حصہ نہیں بلکہ انسانی جذبات و محسوسات کی پیچیدگیوں کو سمجھنے کا ایک ذریعہ ہیں۔ یہاں شاعر گل کو کبھی اپنے درد کا ساتھی بناتا ہے، کبھی اس سے ہمدردی کی امید رکھتا ہے، اور کبھی اس سے اپنے عشق کی شکستگی کا گلہ کرتا ہے۔ یہ انداز مکالمہ شاعر کے داخلی کرب کو بیرونی عناصر میں سمو کر قاری کو ایک ایسے تجربے سے روشناس کرواتا ہے جو بظاہر بے جان چیزوں کو زندہ کر دیتا ہے۔ شاعر کی یہ تخلیقی مہارت اسے قاری کے دل میں ایک گہری جگہ بناتی ہے اور اس مکالماتی اسلوب سے اردو غزل کو ایک منفرد شناخت ملتی ہے۔ میر کے ہاں باغ گلستان کے تلازمات کی ان مکالموں میں بہتات ہے، کلی گل، بلبل، مرغ چمن، ان کرداروں کو وہ بار بار اپنے مکالموں میں لائے ہیں۔ زندگی کی بے ثباتی کے بیان کے لیے کبھی وہ کلی سے ہم کلام ہوتے ہیں اور کبھی "کاسہ سر" ان سے ہم ان سے ہم کلام ہوتا ہے۔

کہا میں نے گل کا ہے کتنا ثبات

کلی نے یہ سن کر تبسم کیا(٦)

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 1 (January-March) 2025
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
March 30, 2025

سودا کے ہاں بھی ہمیں یہ بہت خوبصورت تجربے ملتے ہیں وہ بھی اپنے مکالمے میں بلبل گلشن چمن صبح و شبنم گل اور بہار کے الفاظ کو ایک ساتھ لے کر ائے ہیں یہ ایک شاعر کا تخیل نہیں ہو سکتا ہے کہ جو اسے پرندے کے ساتھ ہم غلام ہونے کی اجازت دے کوئی بھی عام انسان تخیل کی سطح پر نہیں پہنچ سکتا جہاں وہ بے زبان پرندوں کے ساتھ اپنے دل کی باتیں کرے۔

کہا بلبل سے میں گلشن میں کچھ تجھ کو بھی اے ناداں

خبر ہے اس کی یہاں کرتی ہے کیوں اتنا گزر شبنم

چمن میں وقت رخصت صبح کو میں کیا کہوں تجھ سے

روئی ہر گل کی چھاتی سے لپٹ کر کس قدر شبنم

یہ بولی سن کے وہ یوں بھی ہوا بالفرض اے سودا

تو کیا چھینے تھی میں گل کا کہ لے گئی توڑ کر شبنم

مجھے وضع جہاں اس رشک سے محفوظ رکھتی ہے

بہار اخر ہے ایک پل میں کہاں پھر گل کدھر شبنم(۷)

قائم کے مکالمے میں مختلف کردار بولتے ہوئے سنائی دیتے ہیں۔

روکے ہیں کون تیغ میری عشق نے کیا

بولا ادھر سے داغ جگر وہ سپر کے "ہم(۸)"

مکالماتی اسلوب میں لہجے کی اور بھی اہمیت ہے، کیونکہ یہ انداز گفتگو کو حقیقت کے قریب تر کر دیتا ہے۔ اگر شاعر نے محبت کے گداز کو بیان کرنا ہو، تو اس کا لہجہ نرم و شیریں ہوتا ہے، اور اگر غم کی گہرائی کو چھونا ہو تو لہجہ شکستہ اور دلگداز ہو جاتا ہے۔ مختلف خطوں کے شاعروں کے لہجے میں زبان کی رنگینی، تلفظ کی نرمی یا تندی، اور الفاظ کے چناؤ میں جدت ان کے کلام کو مزید منفرد اور دلکش بنا دیتی ہے۔ دہلی کا دھیما پن، لکھنؤ کی نرمی اور شوخی، اور پنجاب کی روانی جیسے مختلف لہجے شاعری میں تنوع اور حسن کا باعث بنتے ہیں۔ یہ لہجے نہ صرف علاقائی رنگوں کی عکاسی کرتے ہیں بلکہ انسانی جذبات کی پیچیدگیوں کو بھی اجاگر کرتے ہیں۔ یہی سبب

CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 1 (January-March) 2025
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
March 30, 2025

ہے کہ کلاسیکی غزل کو آج بھی ایک خاص مقام حاصل ہے، جہاں ہر شاعر کے لہجے میں اس کی انفرادیت اور اس کا ذاتی تجربہ جھلکتا ہے۔ غزل میں لہجہ گویا کہ شاعر کی شخصیت کا آئینہ دار ہوتا ہے، جو قاری کو ایک نہایت ہی قریب سے شاعر کی دنیا کی سیر کراتا ہے۔ میر کے مکالمے میں ایک فقیرانہ صدائیں سنائی دیتی ہیں۔ میر اپنا لہجہ نرم رکھتے ہیں۔

گیا تھا رات دروازے پہ اس کے

فقیرانہ دعا کر جو صدا کی

لگا کہنے کہ یہ تو ہم نشیناں

صدا ہے دل خراش اس ہی گدا کی(۹)

مومن کے محبوب کا لہجہ سپاٹ اور غیر جذباتی ہے۔ بعض مقامات پر اس کے لہجے میں غیر فطری پن محسوس ہوتا ہے۔ مومن کی موت پر محبوب کا خوشی کا اظہار کرنا گرین فطرت نہیں۔

سن کے میری مرگ بولے مر گیا اچھا ہوا

کیا برا لگتا تھا جس دن سامنے آجائے تھا(۱۰)

نظیر کے ہاں لہجہ بے باک ہے۔ اس کا محبوب سوال کا جواب بھی بڑی شوخی سے دیتا ہے۔

کیوں جی تم نے میرے دل سا جواں باندھ لیا

سن کے بولا کہ وہ کیا چیز تھا ہاں باندھ لیا(۱۱)

غزل کے مکالماتی اسلوب میں محبوب اور دیگر کرداروں سے ہمکلامی کا رنگ، کلاسیکی شاعری کی ایک نہایت حسین روایت رہی ہے۔ غزل گو شاعر اپنے جذبات اور داخلی کیفیات کو مختلف کرداروں کے پردے میں یوں بیان کرتے ہیں کہ گویا وہ براہِ راست محبوب یا زندگی کے دیگر مظاہر سے ہم کلام ہیں۔ کلاسیکی عہد میں اس مکالماتی طرز کو نہ صرف تقویت ملی بلکہ اس نے شاعری کو ایک نیا آہنگ اور وسعت بھی عطا کی۔ غالب و میر جیسے قد آور شعراء نے محبوب سے خطاب کرتے ہوئے شگفتگی، شکوہ اور دل گرفتگی کے منفرد اسلوب اپنائے اور اپنے درد، خواہشات اور تذبذب کو محبوب کے سامنے یوں پیش کیا کہ قاری ان کی کیفیات کو محسوس

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 1 (January-March) 2025
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
March 30, 2025

کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔اس عہد کی غزلوں میں یہ مکالماتی رنگ نہایت بلیغ اور مؤثر انداز میں جلوہ گر ہے، جو محض زبانی تبادلۂ خیال نہیں بلکہ روحانی وجذباتی مکالمہ ہے، جہاں شاعر اپنے دل کی ہر دھڑکن کو محبوب کے سامنے بیان کر کے غزل کو نئے معانی اور دلکشی سے ہم آہنگ کرتا ہے۔کلاسیکی اردو غزل میں محبوب سے مکالمے کا اسلوب ایک منفرد طرزِ بیان ہے جو برصغیر کی ادبی زمین کو زرخیز بنانے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔اس طرز میں شاعر اپنے محبوب سے کبھی شکوے اور کبھی اظہارِ محبت کے ذریعے ایک محفل سی بپا کرتا ہے جہاں قاری کو ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے وہ خود اس محفل میں شامل ہے۔اس مکالماتی انداز کی خوبصورتی یہ ہے کہ شاعر براہِ راست مخاطب ہو کر ایسے لب ولہجے میں گفتگو کرتا ہے کہ ہر مصرع دل میں اُتر جاتا ہے۔اس میں محبوب کو کبھی ایک استعارے، کبھی مجازی طور پر پیش کیا جاتا ہے، جس سے غزل میں ایک پراسرار کیفیت پیدا ہوتی ہے۔اس طرز کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ محبوب کے ساتھ مکالمے میں شاعر کا جذبہ کہیں فلسفیانہ پہلو اختیار کر جاتا ہے اور کہیں محض ایک جذباتی لہر بن کر قاری کے دل پر دستک دیتا ہے۔

برصغیر کے شاعروں نے اس مکالماتی اسلوب کو اپنے کلام کا لازمی حصہ بنا کر اردو ادب میں ایک نئی روح پھونکی۔میر تقی میر اور غالب جیسے اساتذۂ سخن نے اس میں شدتِ جذبات اور احساس کی لطافت کو یکجا کر کے اردو غزل کو ایک بلند مقام عطا کیا۔میر کی شاعری میں یہ مکالمہ سوز وگداز سے لبریز ہے، جہاں شاعر اپنے محبوب کے سامنے دل کی ہر کیفیت بیان کرتا ہے۔غالب نے اس میں عقل وخرد کا امتزاج کر کے محبت کو ایک فکری جہت دی، جو قاری کو محض ایک مکالمے تک محدود نہیں رہنے دیتی بلکہ ایک عمیق تجربے میں تبدیل کر دیتی ہے۔اس مکالماتی طرز نے اردو غزل کو ایک زندہ جاوید صنف بنا دیا ہے، جہاں محبوب سے گفتگو محض خیالات کی ترسیل نہیں بلکہ ایک ادبی ورثے کا حصہ ہے، جو ہر دور میں قاری کو اپنی طرف متوجہ کرتا ہے۔نظیر اکبرابادی کی اردو غزلیات میں مکال میں کثیر تعداد میں ہیں۔انداز سے گفتگو دیکھیے

کہا ہم نے اس اے سمن پری، پری چہرہ، مہ پیکر

جو چلی ہو یا جھمک کر، کہو عزم کدھر کا ہے

ہے یہ وقت سحر بتاں چلیں، ہم بھی ساتھ ہیں جہاں

کہا سن کے یہ ارے میاں، کوئی تم بھی ہو تماش(۱۲)

سودا کا انداز گفتگو اپنی مثال اپ ہے۔

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 1 (January-March) 2025
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
March 30, 2025

درد دل جن نے ہا تجھ سے میر الا کھ طرح

یہی سن سن کے کہا تو نے کہ واللہ غلط(۱۳)

غالب غالب کا انداز ی گفتگو بڑا اچھا ہے۔اس کے محبوب بڑا حاضر جواب انسان ہے۔ کبھی کبھی وہ بڑی رعونت سے غالب کو جواب دیتا ہے۔

میں جو کہتا ہوں ہم لیں گے قیامت میں تمہیں

کس رعونت سے وہ کہتے ہیں کہ ہم حور نہیں(۱۴)

شیفتہ اور محبوب کے درمیان قصہ ہے ستم کے سلسلے میں بھی گفتگو ہوتی ہے۔عاشق محبوب کے ظلم و ستم سے رنجیدہ ہے اور محبوب کی گفتگو میں ناز و نعم کا تذکرہ ہے۔

ہم جو تحریک ناتوانی سے

قصہ ہائے ستم سنانے لگے

ہنس کے کہنے لگے کہ ہاں سچ ہے

تم میرے ناز کیوں اٹھانے لگے(۱۵)

قائم، کوچہ محبوب میں بھی محبوب سے محو گفتگو ہے۔شاعر اور محبوب کی یہ گفتگو ملاحظہ کیجئے۔

رات اس سے کہا میں کہ تیرے کوچے میں پیارے

قائم کو بہت دیر ہوئی داد طلب ہے

کہا جو ٹک اک سن لے تو احوال کو اس کے

بولا کہ تیرے فہم سے یہ بات عجب ہے(۱۶)

غزل کے مکالماتی اسلوب میں زبان کا فنکارانہ استعمال اور تخلیقی ندرت، اردو شاعری کی ایک بے مثال وراثت ہے، جسے کلاسیکی شعراء نے اپنی تخلیقیت، فکری لطافت اور بیان کی گہرائی سے مزیّن کیا ہے۔اس اسلوب میں شاعر محبوب سے گفتگو کے دوران نہ صرف اپنے جذبات و خیالات کا اظہار کرتا ہے بلکہ زبان کو ایک اعلیٰ تخلیقی جہت بھی عطا کرتا ہے۔اس مکالمے میں استعمال ہونے والے استعارے، تشبیہات، تلمیحات اور تراکیب، جذبات کیگسرائیوں کو نمایاں کرتے ہیں اور

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 1 (January-March) 2025
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
March 30, 2025

بیان میں تہہ داری پیدا کرتے ہیں۔ یہ نئے اور منفرد ضرب الامثال اور محاوروں کے ذریعے زبان کو ایسے انداز میں فروغ دیتے ہیں کہ قاری محض کلام پڑھنے تک محدود نہیں رہتا بلکہ اس میں ڈوب جاتا ہے، اور ہر لفظ اس پر ایک نئے معنی کی پرت کھولتا ہے۔

میر و غالب اور دیگر کلاسیکی شعراء نے اس مکالماتی طرز میں زبان کی خوبصورتی کو منفرد پیرائے میں برتا ہے۔ میر کے ہاں سوز و گداز میں لپٹا ہوا اسلوب قاری کے احساسات کو جھنجھوڑتا ہے، جبکہ غالب کی زبان فکری رمزوں اور تہہ دار تراکیب سے بھرپور ہے، جو غزل کو نہ صرف ایک جمالیاتی تجربہ بناتی ہے بلکہ فکر انگیزی کے پہلو بھی پیدا کرتی ہے۔ اردو زبان کی مٹھاس، لطافت اور تاثیر ان اشعار میں ایسے رچ بس جاتی ہے کہ ہر لفظ اور ہر ترکیب، جذبے اور معنی کی اکائی بن جاتی ہے۔ تلمیحات کی خوبصورت تراش اور استعاروں کی بے پناہ گیرائی، اردو غزل کو ایک زندہ اور متحرک صنف میں ڈھالتی ہے جس میں ہر مکالمہ زبان کے فنی کمال اور تخلیقی اظہار کی ایک نئی منزل کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ اس اسلوب کے ذریعے زبان کی فنی خوبیوں کو اس انداز میں برتا گیا ہے کہ یہ اردو ادب کے لازوال سرمائے کا حصہ بن چکی ہیں۔

میر کے مکالمے ان کی فنکاری کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ انہوں نے نہایت سادہ اور سلیس طرح کیپ کا استعمال کیا ہے جن پر اگر غور کیا جائے تو وہ ان میں گہرے معنی، شور اور جوش پایا جاتا ہے۔ ان کی خاص لفظیات ان کے مکالموں کا حسن دوبالا کر دیتی ہیں۔ انہوں نے کارگہ مینا، شیشہ گراں، ائینہ خانہ جیسے الفاظ استعمال کیے ہیں۔

جا کے پوچھا جو میں یہ کارگہہ مینا میں

دل کی صورت کا بھی یہ شیشہ گراں ہے شیشہ

کہنے لگے کہ کدھر پھرتا ہے بہکا اے مست

ہر طرح کا جو تو دیکھے ہے کہ ہاں ہے شیشہ (۱۷)

شاہ نصیر کے مکالموں میں ضرب الامثال کا خوبصورتی استعمال ملتا ہے۔

کہا جو میں نے نہ کر میرے دل کے دو ٹکڑے

لگا کے ضرب میان تیغ ابدار کی ایک

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 1 (January-March) 2025
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
March 30, 2025

تو کیا جواب وہ دیتے، نہیں سنی یہ مثل

کہ سوسنار کی ہوتی ہے اور لوہار کی ایک(۱۸)

حاتم نے اپنی گفتگو میں اپنے دل کو کباب سے تشبیہ دی ہے۔ جس میں شکست تدری ظاہر ہوتی ہے۔

تم کیف میں شراب کے کہتے ہو جس کو دل

بھونا ہوا کباب ہے میری نگاہ میں(۱۹)

غالب کی مکالمات میں ہاتھ بھی ملتی ہیں۔ محبوب سے بات کرتے ہیں انہوں نے لیلہ اور قیس کی محبت کی مثال دی ہے۔ غالب نے اپنے محبوب کو یہ قصہ اس لیے سنایا تھا کہ ان پر مہربان ہو لیکن بجائے مہربانی کہ وہ لیلی کے طرز عمل پر اعتراض کرنے لگا کہ لیلی نے تو بہت برا کیا۔ بھلا کبھی معشوق بھی عاشق کو ملنے جاتا ہے۔

قیامت ہے کہ سن لیلی کا دشت قیس میں آنا

تعجب سے وہ بولا یوں بھی ہوتا ہے زمانے میں(۲۰)

ہر دور کے شعرا نے اپنے عہد کے حالات، جذبات اور فکر کو مکالماتی اسلوب میں ڈھال کر غزل کو نئے رنگ اور جہتیں عطا کی ہیں۔ ان کے مکالمے وقت کی سماجی و ثقافتی عکاسی کرتے ہوئے غزل میں تازگی اور عہد کے مخصوص رنگوں کو نمایاں کرتے ہیں، جو قاری کو اس زمانے کی فضاء میں لے جاتے ہیں۔ مرزا محمد رفیع سودا کے مکالموں میں ان کے عہد کا اشوب بھی ملتا ہے۔ سودا نے اپنے ہوش میں ریاستی ڈھانچے کی شکستگی دیکھی تھی۔ شاہی عمال کی نااہلی کے باعث بادشاہ جیسے باختیار ادارے توڑ پھوڑ نے ملک کو پستی کی جانب دھکیل دیا تھا۔ سودا نے اپنے عہد کے آشوب کو نہایت حساس دل سے محسوس کیا۔ انہوں نے اپنے ارد گرد کے انسان کی بے بسی اور لاچارگی کو اپنے مکالموں میں تحریر کیا ہے۔

جس سے پوچھا کہ دل خراش ہے کہیں دنیا میں

رو دیا اس نے، اور اتنا ہی کہا، کہتے ہیں(۲۱)

میر کے عہد کا ماحول بھی یقینی اور بے چینی کے احساسات سے بھرا ہوا تھا۔ ان احساسات کا مکالماتی اظہار ان اشعار میں کیا ہے۔

سن سن کے درد دل کو بولا کہ جاتے ہیں ہم

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 1 (January-March) 2025
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
March 30, 2025

تو اپنی یہ کہانی بیٹھا ہوا کہا کر(۲۲)

انکھیں جو کھولی سوتے سے تو حال کے کہتے مجھ کو کہا

ساری رات کہانی کہی ہے تو بھی اٹھ کر سو لے ٹک(۲۳)

غزل کی لطافت اور دلکشی میں اگرچہ کوئی سرا نہیں چنا گیا، مگر اس کے اشعار میں اخلاقی مضامین کی ہلکی سی جھلک ضرور نظر آتی ہے، جو ہمارے معاشرتی رویوں کی اصلاح میں ایک خاموش کردار ادا کرتی ہے۔ جب ادب اور مکالمہ مل کر اخلاقی مضامین کو نکھارتے ہیں تو معاشرتی تربیت کا ایک منفرد ذریعہ بن جاتے ہیں۔ اس ادبی مکالمے میں انسانیت، برداشت، اور احترام جیسی اقدار کو فروغ ملتا ہے۔ اخلاقی مضامین ہمارے معاشرے کے لیے وہ آئینہ ہیں جس میں ہم اپنی ذات کی حقیقت کو دیکھ کر اصلاح کا راستہ تلاش کر سکتے ہیں۔ میر کی شاعری بنیادی طور پر عاشقانہ ہے۔ اپنی عشق کہانی میں وہ اخلاقی نقطہ بھی سادگی اور روانی سے پیش کر جاتے ہیں

ایک شخص مجھ ہی سا تھا کہ وہ تجھ پہ تھا عاشق

اس کی وفا پیشگی وہ اس کی جوانی

یہ کہہ کر جو رویا تو لگا کہنے نہ کہ میر

سنتا نہیں میں ظلم رسیدوں کی کہانی(۲۴)

سودا نے بیدل سے عشقیہ و اخلاقی مضامین لیے ہیں۔ بیدل کی تضمین بھی اپنے مکالمات میں استعمال کی ہے۔ سودا نے بیدل کے درج ذیل شعر کا مصرع اپنے مکالمے میں استعمال کیا ہے۔

عناق سر و کیم میرس از فقیر ایچ

عالم ہمہ افسانہ ما دارد و ما ہیچ(۲۵)

ترجمہ: ہم فقراء کے بارے میں کیا پوچھتے ہو۔ ہمارا سرمایہ تو عنقا ہے۔ دنیا ہمارے افسانے رکھتی ہے اور ہم کچھ نہیں رکھتے،(۲۶)

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 1 (January-March) 2025
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
March 30, 2025

محبوب سے شکوے کی روایت، غزل کے اسلوب میں ایک نایاب مگر دلکش موضوع ہے، جسے شعری انداز میں پیش کرنے کا فن، اردو ادب میں ایک منفرد مقام رکھتا ہے۔ پلاسی کی مشورہ نے مکالماتی اسلوب کو اختیار کرتے ہوئے محبوب سے شکوہ و شکایت کو غزل کی صنف میں نہایت کامیابی سے متعارف کرایا، جس میں عاشق اپنی دل کی بے قراری اور محبوب کی بے وفائی کا بیان نہایت لطیف پیرائے میں کرتا ہے۔ یہ انداز، جہاں شاعر کو اپنی حسرتوں اور ناکامیوں کا اظہار مہذب طریقے سے کرنے کا موقع فراہم کرتا ہے، وہیں سامعین و قارئین کو بھی محبت کی نزاکتوں اور جدائی کے کرب کو محسوس کرنے کی گہرائی عطا کرتا ہے۔ مکالماتی شاعری میں محبوب سے گلہ، عشق کی محرومیوں کا بیان اور خفگی کا شکوہ اس انداز میں کیا جاتا ہے کہ اس میں محبت کی شدت اور دل کی حسرتوں کا عکس جھلکتا ہے، جو نہ صرف قاری کے دل میں ایک نیا احساس بیدار کرتا ہے بلکہ اس کی دلچسپی کو بھی دوچند کر دیتا ہے۔ اس اسلوب کے باعث نہ صرف شعری مکالمہ موثر بن جاتا ہے بلکہ شاعری کی تاثیر اور قاری کی جذباتی شرکت بھی عروج کو پہنچتی ہے، جو کہ اس صنف کی انفرادیت کا اصل راز ہے۔ میر کا اچھوتا مکالمہ دیکھیے

میں جو کہا کہ دل کو تو تم نے ہرا دیا

بولا کہ ذوق اپنا، ہمارا ہی مال تھا(۲۷)

غالب شکوہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اے محبوب تمھارے تغافل کا حال میں کس طرح تمہیں سمجھاؤں۔

کہوں جو حال تو کہتے ہو "مدعا کہیے"

تمہی کہو کہ جو تم یوں کہو، تو کیا کہیے(۲۸)

ظفر محبوب سے اس کی برہم مزاجی کا شکوہ کرتے ہیں تو جواب میں طنز کی کاٹ سکتے ہیں۔

جب کہا میں نے کہ وہ تم تو کوئی اتش خو

تو وہ کہنے لگے ہاں اپ نہ جل جایئے گا(۲۹)

قائم کے مکالموں میں ہمیں محبوب سے شکوہ شکایات جا جا ملتا ہے۔ ان کا انداز دیکھیے:

کہے ہے کل کے تو آنے کو آج یہاں شب تک

کب اعتماد کسی کو ہے زندگانی کا(۳۰)

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 1 (January-March) 2025
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
March 30, 2025

کلاسیکی غزل کے شعراء نے موضوعات کے تنوع اور اسلوب کی ندرت میں ایک ایسی بلند پایہ روایت قائم کی ہے جو اردو ادب کا سنگ بنیاد ہے۔ ان کے ہاں مکالماتی طرز اظہار کو خاص اہمیت حاصل رہی، جو غزل کو ایک زندہ اور مؤثر صنف بنانے میں کلیدی کردار ادا کرتا ہے۔ کلاسیکی شعرا نے نہایت سلیقے اور لطافت سے غزل میں مکالماتی اسلوب کو اپنایا، جس میں محبوب سے شکوہ، خود کلامی، اور انا کی کشمکش کے عمیق پہلو نمایاں ہیں۔ اس کے علاوہ نشاطیہ رنگ، جس میں خوشی، مسرت اور زندگی کے رنگین لمحوں کا ذکر ہوتا ہے، بھی کثرت سے نظر آتا ہے۔ شعراء نے اپنی ذات اور شعور کی گہرائیوں میں اتر کر ایسی باتیں کی ہیں جن سے قاری بھی اپنی زندگی کی کسی نہ کسی حقیقت کو جھلکتا ہوا محسوس کرتا ہے۔ اسی طرح ماضی کی یادیں اور گزرے وقت کا نوحہ بھی غزل کا ایک دلگداز موضوع رہا ہے۔ کلاسیکی شاعری میں عاشق کا ماضی، اس کی ناکامیاں اور محبوب کی محفلیں ایک ایسی دلکشی اور یادوں کے انمول خزانے کا احاطہ کرتی ہیں، جن سے غم و سرور کی کیفیتیں وابستہ ہیں۔ ماضی کے لمحوں کو یاد کرتے ہوئے شاعروں نے محبت کی خوشبو اور جدائی کی تلخی کو محسوس کرایا۔ اس کے علاوہ، تنزیہ انداز بھی کلاسیکی شاعری کا اہم پہلو رہا ہے جس میں معاشرتی مسائل، زمانے کی بے قدری اور انسانی رویوں کو طنز و مزاح کے ذریعے بیان کیا گیا۔

شعرا نے محبوب کو نئے نئے القاب سے پکارا اور اسے مختلف استعارات اور تشبیہات میں پیش کیا۔ کبھی محبوب کو گل و گلزار سے تشبیہ دی گئی تو کبھی اُسے ماہتاب اور خورشید سے تعبیر کیا گیا۔ اس مکالماتی پیرائے میں شاعری کی لطافت اور حسن کی جلوہ گری عیاں ہوتی ہے۔ یہ انداز شعراء کو اپنے خیالات کو تخلیقی پیرائے میں پیش کرنے کا موقع فراہم کرتا ہے، جہاں محبوب کو کسی نہ کسی نئے انداز میں یاد کر کے غزل کو نیا رنگ عطا کیا جاتا ہے۔

مختصراً، کلاسیکی غزل کے شعرا نے مکالماتی اسلوب کے ذریعے نہ صرف اپنی شاعری کو جاذبِ نظر بنایا بلکہ اسے ایک گہرے ادبی اور فکری پیغام کا ذریعہ بھی بنایا۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی غزلیں آج بھی ادب کے افق پر جگمگا رہی ہیں اور ان کی فکری گہرائیوں کو سمجھنے کی کوشش جاری ہے۔ کلاسیکی غزل کا یہ مکالماتی اسلوب بلاشبہ اردو ادب کا ایک لازوال سرمایہ ہے۔ سودا طبعاً خوش مزاج انسان تھے۔ ان کے مکالموں میں نشاطیہ آہنگ اسی وجہ سے تھا۔ وہ زندہ دل اور ظریف طبع واقع ہوئے تھے۔ ان کی ظرافت کا رنگ مکالموں میں نظر آتا ہے۔

مانگا جو میں دل کو تو کہا بس یہ ہی ایک دل
جتنے ہی تو چاہے میرے کوچے سے اٹھالا
جب پیر مغاں سے میں جا دختر زر مانگی

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 1 (January-March) 2025
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
March 30, 2025

بولا کس سعادت ہے پر وہ ابھی بالی ہے(۳۲)

ذوق زاہد کے ناصحانہ انداز کو اپنے مکالمات میں کیا خوب انداز میں برتتے ہیں۔

زاہد یہ کیا کہا کہ نہ مل ان بتوں سے تو

دیتا ہے ایسی کوئی بھی مرد خدا صلاح(۳۳)

مومن کا ناصح کے ساتھ ہم کلام ہونا دیکھیے۔

ناصح یہ گلہ کیا ہے میں کچھ نہیں کہتا

تو کب میری سنتا ہے کہ میں کچھ نہیں کہتا(۳۴)

سودا کے ہاں خود کلامی کے اشعار بار بار ملتے ہیں۔ خود کلامی تنہائی کا نتیجہ ہے۔ وہ اپنی غزل میں داخلیت کا بہترین اظہار خود کلامی کی صورت میں کرتے ہیں۔

سودا سے یہ کہا میں تجھ درد دل کے حق میں

کرنی دعا، دوا سے ہم سود جانتے ہیں

یہ بات سن کر وہ مجھ سے بولا وہ آہ بھر کر

تدبیر ہم بھی یہی محمود جانتے ہیں(۳۵)

غالب نے اپنے مکالمات میں شعور انا کو اجاگر کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے۔ ان کا معاملہ اپنے محبوب سے ہو یا کسی اور انسان سے، وہ اپنی انانیت کا بھرم قائم رکھتے ہیں۔

ہر ایک بات پہ کہتے ہو تم کہ تو کیا ہے

تمہی کہو کہ یہ انداز گفتگو کیا ہے(۳۶)

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 1 (January-March) 2025
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
March 30, 2025

مکالماتی اسلوب کی دلکشی اور معنویت کلاسیکی شاعری میں ایک ابدی حقیقت کے طور پر ابھرتی ہے، جو وقت کے تغیرات اور تہذیبی ارتقاء کے باوجود اپنی تمام تر رعنائیوں کے ساتھ باقی ہے۔ اگرچہ اس کی بنیاد کلاسیکی شعراء نے رکھی، مگر اس اسلوب کی خوشبو نئی بستیوں اور نئی نسلوں میں بھی منتقل ہوئی۔ تقسیم ہند کے بعد پاکستانی ادب میں بھی اس طرز کو اپنی مکمل آب وتاب کے ساتھ قبول کیا گیا اور یہاں کے شعراء نے اس میں مزید وسعت پیدا کی۔ انہوں نے مقامی ماحول، عصری مسائل، اور قومی و سماجی موضوعات کو بھی مکالماتی پیرائے میں ڈھال کر ایسے اشعار تخلیق کیے، جن میں قدیم اور جدید کے رنگ گھل مل گئے۔ مکالماتی طرزِ بیان نے شاعری کو ایسی روحانی اور جمالیاتی قوت سے آراستہ کیا ہے، جس میں قاری اور سامع کی فکری اور جذباتی شرکت لازمی ہو جاتی ہے۔ جب شاعر اپنے خیالات کو مکالماتی انداز میں پیش کرتا ہے تو قاری خود کو اس گفتگو کا حصہ محسوس کرتا ہے اور اشعار کی گہرائی میں جا کر شاعر کی کیفیات کو محسوس کرنے لگتا ہے۔ یہی مکالماتی اسلوب شاعری کو محض ایک فن تک محدود نہیں رہنے دیتا بلکہ اسے ایک مکالمہ بنا دیتا ہے جو زمانے کے ساتھ ہمکلام رہتا ہے۔

آج بھی اردو شاعری میں مکالماتی اسلوب کی جاذبیت قائم ہے اور اس کے مزید امکانات موجود ہیں۔ جدید شعراء اس میں نئی جہتیں شامل کر رہے ہیں اور اس طرز کو اپنے عصری مسائل کے اظہار کے لیے استعمال کر رہے ہیں۔ اس طرح مکالماتی اسلوب اردو ادب میں ایک تسلسل اور تغیر کا مظہر بن کر سامنے آتا ہے جو ادب کی روح کو ہمیشہ تازگی بخشتا رہے گا۔ یوں مکالماتی اسلوب کی یہ روایت، اردو ادب میں ہمیشہ بہار کی طرح خوشبو بکھیرتی رہے گی اور آنے والے وقتوں میں بھی ادبی محافل کو معنوی بلندی عطا کرے گی۔

حوالہ جات

۱۔ میر تقی میر، کلیات میر، (جلد اول)، مرتبہ کلب علی خان فائق، لاہور؛ مجلس ترقی ادب، ۲۰۱۱ء، ص: ۴۵۵
۲۔ ایضاً، ص: ۱۰۱
۳۔ سودا، مرزا محمد رفیع، کلیات سودا، (جلد اول)، (مرتبہ)، محمد شمس الدین صدیقی، ڈاکٹر، لاہور؛ مجلس ترقی ادب، ۱۹۹۲ء، ص: ۵۶۳
۴۔ مومن، خان مومن، دیوان مومن، (مرتبہ)، علی محمد خان، ڈاکٹر، لاہور؛ الفیصل ناشران وتاجران کتب، ۲۰۰۹ء، ص: ۲۹
۵۔ میر درد، دیوان درد، (مرتبہ)، خلیل الرحمن داؤدی، لاہور؛ مجلس ترقی ادب، ۲۰۱۰ء، ص: ۱۸۶
۶۔ میر تقی میر، کلیات میر، لاہور؛ مجلس ترقی ادب، ۲۰۱۱ء، ص: ۹۸
۷۔ سودا، مرزا محمد رفیع، کلیات سودا، لاہور؛ مجلس ترقی ادب، ۱۹۹۲ء، ص: ۳۶۶
۸۔ قائم، چاند پوری، کلیات قائم (جلد اول)، (مرتبہ)، اقتدا حسن، لاہور؛ مجلس ترقی ادب، ۲۰۰۹ء، ص: ۱۱۸
۹۔ میر تقی میر، کلیات میر، لاہور؛ مجلس ترقی ادب، ۲۰۰۶ء، ص: ۴۵۵
۱۰۔ مومن، خان مومن، لاہور؛ الفیصل ناشران وتاجران کتب، ۲۰۰۹ء، ص: ۸۲
۱۱۔ نظیر اکبر آبادی، کلیات نظیر، (مرتبہ)، علی محمد خان، ڈاکٹر، لاہور؛ الفیصل ناشران وتاجران کتب، ۲۰۱۰ء، ص: ۱۷۰

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 1 (January-March) 2025
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
March 30, 2025

۱۲۔ نظیر اکبر آبادی، کلیات نظیر، لاہور؛ الفیصل ناشران وتاجران کتب، ۲۰۱۰ء، ص: ۱۲۳
۱۳۔ سودا، مرزا محمد رفیع، کلیات سودا، لاہور؛ مجلس ترقی ادب، ۱۹۹۲ء، ص: ۲۲۶
۱۴۔ غالب، مرزا اسد اللہ خان، دیوان غالب، (مرتبہ) امتیاز علی خان عرشی، لاہور؛ مجلس ترقی ادب، ۱۹۹۲ء ص: ۲۲۹
۱۵۔ شیفتہ، نواب مصطفی خان، کلیات شیفتہ، (مرتبہ)، لاہور؛ مجلس ترقی اردو، ۱۹۶۵ء، ص: ۱۱۳
۱۶۔ قائم، چاند پوری، کلیات قائم، لاہور؛ مجلس ترقی ادب، ۲۰۰۹ء، ص: ۲۱۱
۱۷۔ میر تقی میر، کلیات میر، لاہور؛ مجلس ترقی ادب، ۲۰۱۱ء، ص: ۴۰۱
۱۸۔ شاہ نصیر، کلیات شاہ نصیر (جلد دوم)، (مرتبہ)، تنویر احمد علوی، ڈاکٹر، لاہور؛ مجلس ترقی ادب، ۱۹۷۷ء، ص: ۱۷۲
۱۹۔ حاتم، شیخ ظہور الدین، دیوان زادہ، (مرتبہ)، غلام حسین ذوالفقار، ڈاکٹر، لاہور؛ مجلس ترقی ادب، ۲۰۰۹ء، ص: ۱۳۱
۲۰۔ غالب، مرزا اسد اللہ خان، لاہور؛ مجلس ترقی ادب، ۱۹۹۲ء، ص: ۲۲۰
۲۱۔ سودا، مرزا محمد رفیع، کلیات سودا، لاہور؛ مجلس ترقی ادب، ۱۹۹۲ء، ص: ۲۹۳
۲۲۔ میر تقی میر، کلیات میر، (جلد سوم)، (مرتبہ)، لاہور؛ مجلس ترقی ادب، ۲۰۱۱ء، ص: ۲۹۵
۲۳۔ ایضاً، ص: ۲۲۶
۲۴۔ ایضاً ص: ۴۳۸
۲۵۔ بیدل دہلوی، دیوان بیدل دہلوی، موسسہ انتشارات نگاہ، ۱۳۸۶ء، ص: ۵۳
۲۶۔ ظہیر احمد صدیقی، ڈاکٹر مرزا عبد القادر، بیدل، شخصیت اور فن الوقار پبلی کیشنز، ۲۰۱۴ء، ص: ۱۲۵
۲۷۔ میر تقی، کلیات میر (جلد اول)، (مرتبہ)، لاہور؛ مجلس ترقی ادب، ۱۹۹۲ء، ص: ۶۲
۲۸۔ غالب، مرزا اسد اللہ خان، دیوان غالب، (مرتبہ)، امتیاز علی خان عرشی، لاہور؛ مجلس ترقی ادب، ۱۹۹۲ء، ص: ۳۳۱
۲۹۔ ظفر، بہادر شاہ، کلیات ظفر، (مرتبہ)، یوسف مثالی، لاہور؛ عبد اللہ اکیڈمی، ۲۰۲۲ء، ص: ۶۴
۳۰۔ قائم، چاند پوری، لاہور؛ مجلس ترقی ادب، ۲۰۰۹ء، ص: ۵
۳۱۔ سودا، مرزا محمد رفیع، کلیات سودا، لاہور؛ مجلس ترقی ادب، ۱۹۹۲ء، ص: ۹۹
۳۲۔ سودا، مرزا محمد رفیع، کلیات سودا، لاہور؛ مجلس ترقی ادب، ۱۹۹۲ء، ص: ۵۳۳
۳۳۔ ذوق، محمد ابراہیم، کلیات ذوق، (مرتبہ)، تنویر احمد علوی، ڈاکٹر، لاہور؛ مجلس ترقی ادب، ۱۹۶۷ء، ص: ۲۱۷
۳۴۔ مومن، خان مومن، لاہور؛ الفیصل ناشران وتاجران کتب، ۲۰۰۹ء، ص: ۷۹
۳۵۔ سودا، مرزا محمد رفیع، کلیات سودا (جلد اول)، لاہور؛ مجلس ترقی ادب، ۱۹۹۲ء، ص: ۵۳۴
۳۶۔ غالب، مرزا اسد اللہ خان، لاہور؛ مجلس ترقی ادب، ۱۹۹۲ء، ص: ۳۲۱

CC BY